زائرِ مدینہ کی خدمت میں

مدینہ کی فضیلت اوراس میں سکونت اوراس کی زیارت کے آداب

[فضل المدينة وآداب سكناها وزيارتها باللغة الأردية]

اعداد

فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ

اردو ترجمہ

عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ

نظر ثانی

شفیق الرحمٰن ضیاء اللہ مدنی

طباعت واشاعت

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض
مملکت سعودی عرب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، وخليله وخيرته من خلقه، أرسله الله بين يدي الساعة بشيرا ونذيرا، وداعيا إلى الله بإذنه وسراجا منيرا، فدل أمته على كل خير، وحذرها من كل شر، اللهم صل وسلم وبارك عليه وعلى آله وأصحابه ومن سلك سبيله واهتدى بهديه إلى يوم الدين، أما بعد:

رسول کریم ﷺ کا شہر طیبۂ طیّبہ، مہبط وحی (وحی نازل

ہونے کی جگہ) اور رسول کریم ﷺ پر جبریل امین کے اترنے کی جگہ ہے، یہی ایمان کا ملجا و ماویٰ، مہاجرین اور انصار کا سنگم اور ان لوگوں کا جائے وطن ہے جنہوں نے اس گھر (مدینہ) میں اور ایمان میں جگہ بنالی تھی (یعنی انصار) اور یہی مسلمانوں کی پہلی دارالسلطنت ہے، اسی شہر میں اللہ کے راستے میں جہاد کے جھنڈے تیار کئے گئے اور لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالنے کے لیے حق کے قافلے روانہ ہوئے، اور یہیں سے نور کی کرن پھوٹی اور زمین نور ہدایت سے منور ہوگئی، یہی مصطفیٰ ﷺ کی دار ہجرت ہے جس کی طرف آپ نے ہجرت کی، یہیں پر آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام گذارے اور یہیں وفات پائی، یہیں آپ مدفون ہوئے اور یہیں سے آپ

اٹھائے جائیں گے اور آپ ہی کی قبر سب سے پہلے پھٹے گی، اور آپ ﷺ کی قبر کی جگہ کے علاوہ کسی اور نبی کی قبر کی جگہ کے متعلق کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی۔

اس مبارک شہر کو اللہ تعالی نے شرف وفضیلت بخشا ہے اور مکہ کے بعد اسے سب سے بہترین جگہ قرار دیا ہے، اور مدینہ پر مکہ کی فضیلت پر رسول کریم ﷺ کا وہ فرمان دلالت کرتا ہے جو آپ نے مکہ کو مخاطب کر کے اس وقت فرمایا تھا جب کفار نے آپ کو وہاں سے نکال دیا تھا اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا رخ کیا تھا:

((والله إنك لخير أرض الله ، وأحب أرض الله إلى الله، ولولا أني أخرجت منك ما خرجت)).

" اللہ کی قسم تو (یعنی شہر مکہ) اللہ تعالیٰ کی سب سے بہتر

سرزمین اور اللہ کے نزدیک اللہ کی سب سے محبوب سرزمین ہے، اگر میں تجھ سے نکال نہ دیا گیا ہوتا تو نہ نکلتا۔'' (اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے).

البتہ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جو رسول ﷺ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ نبی ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

((اللهم إنك أخرجتني من أحب البلاد إلي –يعني مكة– فأسكني في أحب البلاد إليك –يعني المدينة–)).

''اے اللہ تو نے مجھے میرے نزدیک محبوب ترین شہر –یعنی مکہ– سے نکال دیا ہے سو مجھے اپنے نزدیک سب سے

محبوب شہر- یعنی مدینہ- میں سکونت عطا کر۔"

تو یہ حدیث موضوع (من گڑھت) ہے اور اس کا معنی درست نہیں ہے؛ کیونکہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو چیز اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہے وہ رسول ﷺ کے نزدیک محبوب ترین نہیں ہے اور جو چیز رسول کے نزدیک محبوب ترین ہے وہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین نہیں ہے، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول کریم ﷺ کی محبت اللہ- سبحانہ وتعالیٰ- کی محبت کے تابع ہے، لہٰذا جو چیز اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہے وہ رسول کریم ﷺ کے نزدیک غیر محبوب ترین نہیں ہو سکتی۔

میں نے اس رسالہ کو اس مبارک شہر کی فضیلت، اس میں سکونت پذیر ہونے اور اس کی زیارت کرنے کے آداب کے

بیان میں لکھنا مناسب سمجھا، جس کے اندر میں اس کے منجملہ فضائل، پھر اس میں بود و باش اختیار کرنے کے منجملہ آداب اور اس کے بعد اس کی زیارت کے منجملہ آداب کا تذکرہ کر رہا ہوں:

[مدینہ طیبہ کے فضائل]

اس مبارک شہر کے منجملہ فضائل میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسے امن وامان والا حرم (حرمت والا اور قابل احترام) بنایا ہے جس طرح کہ مکہ کو باامن حرم بنایا ہے، نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((إن إبراهيم حرم مكة ، وإني حرمت المدينة)).

''ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو محترم اور حرمت والا قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو محترم وحرمت والا قرار دیتا ہوں۔'' (مسلم)

یہ تحریم جو محمد ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اس سے مقصود تحریم کا اظہار اور اعلان کرنا ہے، ورنہ تحریم تو اللہ -عزوجل- کی

طرف سے ہے اور اسی نے اِس کو محترم اور حرمت والا قرار دیا اور اُس کو بھی محترم اور حرمت والا قرار دیا ہے۔

اللہ تعالی نے (دنیا کے) تمام شہروں کو چھوڑ کر صرف انہی دونوں شہروں کو اس صفت -یعنی حرمت- کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اور کوئی ایسی مستند دلیل وارد نہیں ہوئی ہے جو مکہ اور مدینہ کے علاوہ کسی اور جگہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہو، بہت سے لوگوں کی زبانوں پر جو یہ بات عام ہے کہ مسجد اقصی تیسرا حرم ہے تو یہ منتشر اور پھیلی ہوئی غلطیوں میں سے ہے؛ اس لئے کہ حرمین کا کوئی ثالث نہیں ہے، لیکن صحیح تعبیر یہ ہے کہ اسے تیسری مسجد -یعنی دو مشرف اور معظم مسجدوں کی ثالث- کہا جائے، نبی ﷺ سے ایسی حدیث وارد ہے جو ان تینوں مسجدوں کی فضیلت پر اور ان میں نماز پڑھنے کے

لیے ان کی طرف قصد کرنے پر دلالت کرتی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجدي هذا، والمسجد الأقصى)).

''تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کا (اس سے برکت حاصل کرنے اور اس میں نماز پڑھنے کے لیے) رخت سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصی۔''
(بخاری ومسلم)

مکہ اور مدینہ میں حرم سے مقصود وہ حدود ہیں جو ان میں سے ہر ایک کو گھیرے ہوئے ہیں، یہی حرم کا مطلب ہے، اور لوگوں کے مابین جو یہ بات عام ہے کہ حرم کا اطلاق صرف مسجد نبوی پر

ہوتا ہے تو یہ منتشر اور پھیلی ہوئی غلطیوں میں سے ہے؛ اس لئے کہ صرف مسجد نبوی ہی حرم نہیں ہے، بلکہ مدینہ پورا کا پورا جو کچھ عَیر اور ثور کے مابین، اور جو کچھ اس کے دونوں حَرّوں [یعنی دونوں کالے پتھروں والی زمینوں] کے مابین ہے وہ حرم ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((المدينة حرم مابين عير وثور)).

"عیر اور ثور کے مابین مدینہ کا حرم ہے۔" (بخاری ومسلم)

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إني حرمت مابين لابتي المدينة أن يقطع عضاهها، أو يقتل صيدها)).

"میں نے مدینہ کے دونوں لابہ (یعنی اس کے مشرق

ومغرب میں واقع دونوں کالے پتھروں والی زمینوں) کے درمیان حرام قرار دیا ہے کہ اس کے کانٹے دار درختوں کو کاٹا جائے، یا اس کے شکار کو قتل کیا جائے۔" (مسلم).

یہ بات معلوم ہے کہ اس وقت مدینہ وسیع ہو گیا ہے، یہاں تک کہ اس کا ایک حصہ حرم سے باہر ہو گیا ہے، لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ: مدینہ کے اندر موجود تمام عمارتیں حرم میں داخل ہیں، لیکن جو عمارتیں حرم کے حدود کے اندر ہیں وہ حرم ہے، اور جو حرم کے حدود کے باہر ہے اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ وہ مدینہ کا حصہ ہے، لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ حرم میں داخل ہے۔

نبی کریم ﷺ سے مدینہ کے حرم کے حدود کے بیان میں وارد ہے کہ: حرم دو لابہ (مشرق ومغرب میں کالے پتھروں والی

زمین) کے مابین ہے، یا دو حرۃ (حرۃ الوبرۃ اور حرۃ الواقم) کے درمیان ہے، یا دو پہاڑوں کے درمیان ہے، یا عیر اور ثور (نامی پہاڑوں) کے درمیان ہے، لیکن ان الفاظ کے مابین کوئی اضطراب اور منافات نہیں ہے ؛ کیونکہ چھوٹا بڑے میں داخل ہے، لہٰذا جو لابتین (لابہ شرقیہ اور لابہ غربیہ) کے درمیان ہے وہ حرم ہے، اور جو دونوں حروں کے درمیان ہے وہ حرم ہے اور جو عیر اور ثور کے مابین ہے حرم ہے، اور اگر کسی چیز کے بارے میں معاملہ مشتبہ ہو جائے - یعنی احتمال ہو کہ وہ حرم کا حصہ ہے اور یہ بھی احتمال ہو کہ وہ حرم کے باہر ہے - تو ایسی صورت میں سب سے بہترین بات جو کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ: وہ مشتبہ امور میں سے ہے، اور مشتبہ امور کے سلسلے میں جو طریقہ اختیار کرنا چاہئے اسے نبی کریم ﷺ نے

بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں احتیاط سے کام لیا جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث میں بیان فرمایا ہے:

((فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام)).

''جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت وآبرو کو بچالیا، اور جو شبہات میں واقع ہو گیا وہ حرام میں پڑ گیا۔''

اس مبارک شہر کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ: نبی ﷺ نے اس کا نام ((طیبہ)) اور ((طابہ)) رکھا ہے، بلکہ ''صحیح مسلم'' میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ((طابہ)) رکھا ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن الله سمى المدينة طابة)) .

''اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام ((طابہ)) رکھا ہے۔''

اور یہ دونوں لفظ ''طیب'' (بمعنی عمدہ وبہترین) سے **مشتق** ہیں اور طیب (عمدہ وبہترین معنی) پر دلالت کرتے ہیں، پس وہ دونوں دو طیب (عمدہ وبہترین) الفاظ ہیں جن کا اطلاق ایک طیب (عمدہ وبہترین) جگہ پر کیا گیا ہے۔

مدینہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ: ایمان اس کی طرف سمٹ کر واپس لوٹ آئے گا، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((إن الإيمـان ليأرز إلى المدينة كما تأرز الحية إلى جحرها)).

''ایمان مدینہ کی طرف اسی طرح واپس لوٹ آئے گا جس

طرح کہ سانپ اپنے بل میں واپس لوٹ آتا ہے۔''

(بخاری ومسلم)

اس کا معنی یہ ہے کہ ایمان مدینہ کی طرف پلٹ آئے گا اور وہیں مرکوز ہوجائے گا، اور مسلمان اس کا رخ اور قصد کریں گے، انہیں ایمان اور اس مبارک جگہ کی محبت اپنی طرف کھینچ رہی ہوگی جسے اللہ عزوجل نے محترم اور حرمت والا قرار دیا ہے۔

مدینہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ: نبی ﷺ نے اس کی یہ وصف بیان کی ہے کہ وہ (مدینہ) ایسی بستی ہے جو بستیوں کو کھا جائے گی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أمرت بقرية تأكل القرى، يقولون لها: يثرب، وهي المدينة)).

''مجھے ایک ایسی بستی کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو بستیوں کو کھا جائیگی، جسے لوگ یثرب کہتے ہیں، حالانکہ وہ مدینہ ہے۔'' (بخاری ومسلم).

آپ ﷺ کے فرمان: ((تـأكـل القرى)) یعنی وہ بستیوں کو کھا جانے والی ہے، کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اسے دیگر بستیوں پر غلبہ اور فتح حاصل ہوگا، اور دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں حاصل ہونے والے غنیمت کے اموال اس کی طرف لائے جائیں گے۔اور ان دونوں میں سے ہر ایک امر حاصل اور وقوع پذیر ہو چکا ہے، چنانچہ اس شہر (مدینہ) کو اس کے علاوہ دیگر شہروں پر غلبہ حاصل ہو چکا ہے، اور وہ اس طرح کہ اس شہر سے مصلحین رہبروں اور فاتحین غازیوں کی جماعت نکلی اور انہوں نے لوگوں کو

اپنے رب کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لا کھڑا کیا اور لوگ اللہ عزوجل کے دین میں داخل ہو گئے، اور ہر بھلائی جو زمین والوں کو حاصل ہوئی ہے وہ اس مبارک شہر مدینۃ الرسول ﷺ سے ہی نکلی ہے، لہٰذا اس شہر کا دیگر بستیوں کو کھا جانا اس معنی پر صادق آتا ہے کہ اسے دیگر شہروں پر غلبہ اور فتح حاصل ہوگا، جیسا کہ یہ ابتدائے اسلام میں اور صحابۂ رسول ﷺ کی پہلی جماعت اور خلفائے راشدین -رضي الله عنهم وأرضاهم- کے ساتھ حاصل ہو چکا ہے، اسی طرح اموال غنیمت کا حاصل ہونا اور اسے مدینہ لایا جانا بھی واقع ہو چکا ہے، نبی ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ قیصر وکسریٰ کے خزانے اللہ عزوجل کے راستے میں خرچ کیے جائیں گے اور یہ پیش آچکا ہے، چنانچہ ان خزانوں کو مدینہ مبارکہ لایا

گیا اور فاروق رضی اللہ عنہ وارضاہ کے ہاتھوں سے تقسیم کیا گیا۔

مدینہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ: نبی ﷺ نے اس شہر کی مشقت و پریشانی، رنج وغم اور تنگدستی پر صبر کرنے پر زور دیا ہے، اور فرمایا ہے:

((مدینہ ان کے لئے بہتر ہے کاش کہ وہ جانتے۔))

نبی ﷺ نے یہ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا تھا جنہوں نے مدینہ کو چھوڑ کر ان اماکن کی طرف منتقل ہونے کے بارے میں سوچا تھا جہاں خوشحالی، رزق کی کشادگی اور مال کی فراوانی تھی، اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((المدينة خير لهم لو كانوا يعلمون، لايدعها أحد رغبة عنها إلا أبدل الله فيها من هو خير منه،

ولایثبت أحد علی لأوائها وجهدها إلا کنت له شفیعا أو شهیدا یوم القیامة))

''مدینہ ان کے لیے بہتر ہے کاش کہ وہ جانتے، جو شخص اس سے بے رغبتی اختیار کرتے ہوئے اسے چھوڑ دے گا تو اللہ تعالی اس کے بدلے یہاں ایسے شخص کو لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا، اور جو شخص اس کی سختیوں، تنگیوں اور مشقتوں پر ثابت قدم رہے گا تو قیامت کے دن میں اس کے لئے سفارشی یا گواہ ہوں گا۔'' (مسلم).

یہ حدیث ہمیں اس شہر کی فضیلت اور اس کے اندر پیش آنے والی سختی، پریشانی، مشقت اور تنگی پر صبر کرنے کی فضیلت بتلاتی ہے، لہٰذا یہ چیز آدمی کے لئے کہیں اس بات کا محرک (سبب) نہ بنے کہ وہ

خوش حالی اور کشادگیٔ رزق کی تلاش میں اس شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں منتقل ہو جائے، بلکہ اس کے اندر جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کرے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اجر عظیم اور بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

مدینہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ: نبی ﷺ نے اس کی حرمت کو بیان کرتے وقت اس کی عظمت شان اور اس کے اندر بدعت ایجاد کرنے کی خطورت اور سنگینی کی نشاندہی کی ہے، آپ نے فرمایا:

((المدينة حرم مابين عير إلى ثور، من أحدث فيها حدثا أو آوىٰ محدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لايقبل الله منه صرفا ولا عدلا)).

''مدینہ عیر سے لے کر ثور تک کے درمیان حرم ہے،جس نے اس کے اندر کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دیا ،اس پر اللہ کی،فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالی اس کے کسی فرض اور نفلی عمل کو قبول نہیں کرے گا۔''

(بخاری ومسلم).

مدینہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے لئے برکت کی دعا کی ہے،اسی سلسلے میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((اللهم بارك لنا في ثمرنا، وبارك لنا في مدينتنا، وبارك لنا في صاعنا، وبارك لنا في مدنا)).

''اے اللہ تعالی ہمارے پھلوں میں برکت عطا کر، ہمارے

شہر (مدینہ) میں برکت عطا فرما، ہمارے صاع میں برکت عطا فرما اور ہمارے مد میں برکت عطا کر۔'' (مسلم)

مدینہ کے **فضائل** میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں طاعون کی بیماری اور دجال نہیں داخل ہونگے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((علی أنقاب المدينة ملائكة،لايدخلها الطاعون ولا الدجال))

''مدینہ کے راستوں پر فرشتے مامور ہیں، اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہوسکتے۔'' (بخاری ومسلم).

مدینہ کی فضیلت میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہیں اور میں نے جو یہ حدیثیں ذکر کی ہیں وہ ان میں سے چند ایک ہیں جو صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کے اندر وارد ہوئی ہیں۔

فضائل مدینہ کے سلسلے میں بہترین تالیفات میں سے وہ کتاب ہے جسے شیخ ڈاکٹر صالح بن حامد الرفاعی نے مدینہ اسلامک یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے بعنوان:

((فضائل مدینہ کے بارے میں وارد احادیث کا جمع ودراسہ))

تیار کیا ہے، میں طلبۂ علم کو اس کی طرف رجوع کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

اس شہر مدینہ کے اندر دو عظیم مسجدیں بھی ہیں اور وہ یہ ہیں:

- **رسول کریم ﷺ کی مسجد۔**
- **مسجد قبا۔**

[مسجد رسول ﷺ کی فضیلت]

رسول کریم ﷺ کی مسجد کی فضیلت کے بارے میں کئی حدیثیں وارد ہیں، انہی میں سے آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((لاتشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجدي هذا، والمسجد الأقصى)).

''تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کا (اس سے برکت حاصل کرنے اور اس میں نماز پڑھنے کے لیے) رخت سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصی۔'' (بخاری ومسلم).

چنانچہ اس شہر مدینہ کے اندران تین مساجد میں سے ایک مسجد

ہے جنہیں انبیاے کرام نے بنایا ہے اور صرف انہیں مسجد وں کی طرف رخت سفر باندھنا جائز ہے۔

نیز اس مسجد کے اندر نماز کی فضیلت کے بارے میں بھی حدیث وارد ہے، اور وہ (نماز) ایک ہزار نماز سے بہتر ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صلاة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام))

''میری اس مسجد میں ایک نماز اس کے ماسوا دیگر مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔''

(بخاری ومسلم).

یہ ایک عظیم فضل اور آخرت کے موسموں میں سے ایک موسم ہے،

جس کے اندر منافع وفوائد کئی گنا ہیں، دس گنا اور سو گنا نہیں، بلکہ ایک ہزار سے زائد گنا ہے۔

یہ بات معلوم ہے کہ دنیاوی تجارت والے لوگوں کو اگر یہ پتہ چل جائے کہ کسی جگہ کسی خاص وقت میں ان کا سامان زیادہ بکتا ہے، تو وہ لوگ اس موسم کے لئے بھرپور استعداد اور تیاری کرتے ہیں، اگرچہ فائدہ آدھا یا دوگنا ہی کیوں نہ ہو، لیکن اس وقت کیا ہونا چاہئے جبکہ یہاں پر آخرت کے اندر فائدہ نہ دس گنا، نہ سو گنا، نہ پانچ سو گنا اور نہ چھ سو گنا ہے، بلکہ ایک ہزار سے زیادہ گنا ہے؟!!

مسجد نبوی کے متعلق چند قابل تنبیہ امور:

اول: اس مسجد کے اندر نماز پڑھنے کا اجر وثواب ایک ہزار سے زائد گنا ہونا نفل کو چھوڑ کر صرف فرض کے ساتھ مقید نہیں ہے اور نہ فرض کو چھوڑ کر صرف نفل کے ساتھ مقید ہے، بلکہ فرض ونفل دونوں کے لئے ہے؛ اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان " صلاۃ " (نماز) مطلق ہے، لہٰذا فرض ایک ہزار فرض کے برابر اور نفل ایک ہزار نفل کے برابر ہے۔

دوم: حدیث کے اندر وارد کئی گنا اجر وثواب صرف اس جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جس میں آپ ﷺ کے زمانہ میں مسجد تھی، بلکہ یہ اجر وثواب کی زیادتی اس جگہ کے لئے تو ہے ہی اور ہر اس جگہ کے لئے بھی ہے جو (بعد میں) مسجد نبوی کے اندر

توسیع اور اضافہ کیا گیا ہے،اس کی دلیل یہ ہے کہ خلفاے راشدین میں سے عمراور عثمان رضی اللہ عنہما نے مسجد نبوی کے اندراس کے سامنے کی جہت سے اضافہ کیا،اور یہ بات معلوم ہے کہ (اِس وقت) امام اوراس سے متصل صفیں مسجد کے اُس حصہ سے باہر ہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد تھی،لہٰذا اگر اضافہ (توسیع) کا بھی وہی حکم نہ ہوتا جو حکم اس چیز کا ہے جس کے اندراضافہ اورتوسیع کی گئی ہے،تو یہ دونوں خلیفہ سامنے کی طرف سے مسجد کے اندراضافہ نہ کرتے ،جبکہ ان کے عہد میں صحابۂ کرام بکثرت موجود تھے اورکسی ایک صحابی نے بھی ان کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اجروثواب کی زیادتی صرف اسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جہاں پر

نبی ﷺ کے زمانے میں مسجد قائم تھی۔

سوم: مسجد کے اندر ایک جگہ ایسی ہے جس کی صفت رسول کریم ﷺ نے یہ بیان کی ہے کہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور وہ آپ ﷺ کے اس فرمان میں ہے:

((مابين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة))

''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔'' (بخاری ومسلم).

مسجد کے دیگر حصوں کو چھوڑ کر صرف اسی جگہ کو اس صفت سے مخصوص کرنا اس جگہ کی فضیلت اور امتیاز پر دلالت کرتا ہے، یہ فضیلت اس کے اندر نوافل کی ادائیگی، نیز اللہ تعالی کے ذکر واذکار اور قرآن کی تلاوت کرنے میں ہے بشرطیکہ اس کے اندر یا وہاں

تک پہنچنے میں کسی کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، البتہ جہاں تک فرض نماز کا تعلق ہے تو اگلی صفوں میں اس کی ادائیگی (روضہ سے) افضل ہے؛ اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((خير صفوف الرجال أولها وشرها آخرها)).

''مردوں کی صفوں میں سے بہترین صف پہلی صف ہے اور بدترین صف آخری صف ہے۔'' (مسلم)

اور آپ ﷺ کا یہ فرمان:

((لو يعلم الناس مافي النداء والصف الأول، ثم لم يجدوا إلا أن يستهموا عليه لاستهموا عليه)).

''اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کی فضیلت اور اجر وثواب معلوم ہو جائے، پھر وہ اس پر قرعہ اندازی کرنے کے علاوہ

کوئی اور چارۂ کار نہ پائیں تو وہ اس پر ضرور قرعہ اندازی کریں۔'' (بخاری ومسلم).

چوتھا: جب مسجد نبوی نمازیوں سے بھر جائے، تو تاخیر سے آنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ سامنے کی سمت کو چھوڑ کر باقی تینوں طرف سڑکوں پر امام کی اقتدا میں نماز پڑھے، اور اسے جماعت سے نماز پڑھنے کا اجر وثواب حاصل ہو جائے گا، لیکن ایک ہزار سے زائد گنا کا اجر وثواب اس شخص کے لئے مخصوص ہے جو مسجد کے (حدود) کے اندر نماز پڑھے؛ اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((صلاة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام)).

''میری اس مسجد میں ایک نماز اس کے ماسوا دیگر مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔''
(بخاری ومسلم).

اور جو شخص سڑکوں پر نماز پڑھے وہ مسجد میں نماز پڑھنے والا نہیں سمجھا جائے گا، لہٰذا اسے یہ اجر وثواب کی زیادتی حاصل نہیں ہوگی۔

پانچواں: بہت سے لوگوں کے مابین یہ بات منتشر اور پھیلی ہوئی ہے کہ جو شخص مدینہ آئے اس پر واجب ہے کہ وہ مسجد رسول ﷺ میں چالیس نمازیں ادا کرے، اس لئے کہ ''مسند احمد'' میں ایک حدیث ہے جسے انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((من صلى في مسجدي أربعين صلاة لاتفوته

صـلاة ، كتبت له براءة من النار ونجاة من العذاب، وبرىء من النفاق)).

''جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھی کہ اس کی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی تو اس کے لئے جہنم سے براءت (سبکدوشی) اور عذاب سے نجات لکھ دی جاتی ہے اور وہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔''

لیکن یہ ایک **ضعیف** حدیث ہے جو قابل احتجاج نہیں ہے، بلکہ (صحیح بات یہ ہے کہ) اس سلسلے میں معاملہ کے اندر وسعت ہے، مدینہ آنے والا شخص مسجد نبوی ﷺ کے اندر کچھ معین نمازوں کا پابند نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر ہر نماز ایک ہزار نماز سے بہتر ہے، کوئی حد بندی یا کچھ معین نمازوں کی قید نہیں ہے۔

چھٹا: بہت سے اسلامی خطوں میں بہت سے مسلمان قبروں پر مسجدوں کی تعمیر یا مسجدوں میں مرُدوں کو دفن کرنے کی مرض میں مبتلا ہیں، اور بعض لوگ اس عمل کو جائز قرار دینے کے لئے نبی ﷺ کی قبر کے آپ کی مسجد میں موجود ہونے سے دلیل پکڑتے ہیں۔اس شبہہ کا جواب اس طرح دیا جائے گا کہ مدینہ آتے ہی خود نبی ﷺ نے مسجد کی تعمیر کی اور آپ نے اپنے ان گھروں کوجس میں امہات المومنین رہتی تھیں اسے اپنی مسجد کے پاس بنایا،انہی میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی گھر تھا جس میں آپ ﷺ دفن کیے گئے،اور یہ گھر جس طرح تھے اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور ان کے بعد دوسرے خلفاء کے زمانے میں مسجد

کے باہر ہی باقی رہے، بنی امیہ کی خلافت کے دوران مسجد کی توسیع کی گئی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر جس کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے مسجد کے اندر داخل کر دیا گیا، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محکم احادیث وارد ہیں جن کے اندر نسخ کی گنجائش نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قبروں کو مسجدیں بنانا حرام ہے، انہی میں سے جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پانچ رات پہلے سنا تھا، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے پانچ رات پہلے فرماتے ہوئے سنا:

((إني أبرأ إلى الله أن يكون لي منكم خليل، فإن الله اتخذني خليلا كما اتخذ إبراهيم خليلا، ولو كنت

متخذا من أمتي خليلا لا تخذت أبابكر خليلا، ألا وإن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبياء هم وصالحيهم مساجد، ألا فلا تتخذوا القبور مساجد فإني أنهاكم عن ذلك)).

''میں اللہ کی طرف اس بات سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل (دوست) ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جس طرح کہ ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا، اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا، سنو! تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ اپنے انبیا اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے، لہٰذا خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا؛ میں تمہیں اس

سے روکتا ہوں۔'' (صحیح مسلم).

بلکہ جب نبی ﷺ پر نزع کی حالت کا آغاز ہوا تو اس وقت بھی آپ نے قبروں کو مساجد بنانے سے ڈرایا جیسا کہ صحیحین میں عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپ اپنے چہرہ پر ایک چادر ڈالنے لگے، اور جب سانس پھولنے لگتا تو اسے چہرہ سے ہٹا لیتے، چنانچہ آپ ﷺ نے اسی حالت میں ارشاد فرمایا:

> **''یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت، انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔''** آپ ان کے فعل سے لوگوں کو ڈرا رہے تھے۔

عائشہ، ابن عباس اور جندب رضی اللہ عنہم کی یہ احادیث محکم ہیں،

ان میں کسی بھی صورت میں نسخ کی گنجائش نہیں ہے؛اس لئے کہ جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام کی ہے اور عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات کی ہے،لہٰذا کسی مسلمان -خواہ فرد ہو یا جماعت- کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو ترک کردے جس پر یہ صحیح اور محکم حدیثیں دلالت کرتی ہیں ،اور ایسے عمل پر اعتماد کرے جو بنی امیہ کے عہد کے دوران پیش آیا یعنی قبر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل کیا جانا،اور اس سے اس بات کی دلیل پکڑے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا، یا مسجدوں کے اندر مُردوں کو دفن کرنا جائز ہے۔

[مسجد قبا کی فضیلت]

مسجد قبا: یہ ان دو مسجدوں میں سے دوسری مسجد ہے جسے اس شہر مدینہ میں فضیلت ومرتبہ حاصل ہے اوراس کی تاسیس پہلے ہی دن سے تقویٰ کی بنیاد پر ہوئی ہے، نبی ﷺ کے قول وفعل سے ایسی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو مسجد قبا میں نماز کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

فعلی حدیث: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں:

''نبی ﷺ ہر سنیچر کو (کبھی) پیدل اور (کبھی) سوار مسجد قبا آتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔''

(بخاری ومسلم).

قولی حدیث : سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مـن تطهر في بيته، ثم أتى مسجد قباء، فصلى فيه صلاة كان له أجر عمرة)).

''جس نے اپنے گھر میں وضو کیا، پھر مسجد قبا آیا اور اس میں کوئی نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک عمرہ کا اجر وثواب ہے۔'' (ابن ماجہ وغیرہ).

اس حدیث کے اندر آپ کا قول: "فـصـلـى فيـه صلاة" (اس کے اندر کوئی نماز پڑھی) فرض اور نفل دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

ذخیرۂ احادیث کے اندر کوئی ایسی روایت وارد نہیں ہوئی ہے جو مدینہ کے اندر ان دونوں مسجدوں کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی فضیلت پر دلالت کرتی ہو۔

[مدینہ میں سکونت پذیر ہونے کے آداب]

جس شخص کو اللہ تعالی اس مبارک شہر طیبۂ طیّبہ میں سکونت پذیر ہونے کی توفیق بخشے اس کے اوپر واجب ہے کہ اس کے اندر یہ شعور واحساس جاگزیں ہو کہ وہ ایک بڑی نعمت اور عظیم احسان سے بہرہ ور ہوا ہے، لہٰذا وہ اس نعمت پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرے اور اس فضل واحسان پر اس کی حمد وثنا کرے، نیز اس پر واجب ہے کہ اس کے اندر یہ شعور واحساس بھی پیدا ہو کہ بہت سے باشندگان ِعالم کے دلوں میں اس بات کا بے پایاں شوق موجزن ہوتا ہے کہ انہیں مکہ اور مدینہ تک پہنچنے اور وہاں قیام کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے خواہ تھوڑی مدت ہی کے لئے سہی، کچھ لوگ ایسے بھی ہیں

جو اس آرزو کی تکمیل کے لئے کئی لمبے سالوں تک تھوڑی تھوڑی رقم جمع کرتے ہیں، مجھے یاد آ رہا ہے کہ ایک ہندوستانی عالم نے ذکر کیا تھا کہ -زمانۂ ماضی میں- ہندوستانی حجاج بادبانی کشتیوں پر آتے تھے اور مکہ ومدینہ آتے ہوئے اپنے راستے میں ایک لمبی مدت تک سمندر میں ٹھہرتے تھے، چنانچہ ان کی ایک جماعت کشتی میں سفر کر رہی تھی اور جب انہوں اس خشکی کی جگہ کو دیکھا جس میں مکہ اور مدینہ واقع ہے تو وہ کشتی ہی پر اللہ کی شکرگذاری میں سجدہ ریز ہو گئے۔

اس شہر مدینہ میں سکونت اختیار کرنے کے چند آداب ہیں:

پہلا: مسلمان اس شہر مدینہ سے، اس کی فضیلت کی وجہ سے

اور نبی ﷺ کے اس شہر سے محبت رکھنے کی وجہ سے، محبت رکھے۔

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کے اندر انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: نبی ﷺ کسی سفر سے واپس لوٹتے وقت جب مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اس کی محبت کی وجہ سے اپنی سواری کو تیز کر دیتے اور اگر کسی چوپائے پر ہوتے تو اسے حرکت دیتے۔

دوسرا : مسلمان کو اس بات کا حریص ہونا چاہئے کہ وہ اس شہر مدینہ کے اندر اللہ تعالیٰ کے حکم پر استقامت اختیار کرنے والا ہو، اللہ کی فرماں برداری اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو اور بدعتوں اور گناہوں میں پڑنے سے سخت احتراز کرنے والا ہو، کیونکہ جس طرح اس شہر میں نیکیوں کا بڑا مقام ومرتبہ ہے، اسی طرح اس کے اندر بدعتوں اور معصیتوں کا

ارتکاب کرنا بہت خطرناک ہے، اس لئے کہ جو حرم کے اندر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کا گناہ اس شخص سے بڑھ کر ہے جو غیر حرم میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، اس کے اندر گناہوں کی مقدار میں اضافہ تو نہیں ہوتا ہے لیکن حرم کے اندر کرنے کی وجہ سے وہ سنگین اور بڑا ہو جاتا ہے۔

تیسرا : اس شہر مدینہ کے اندر مسلمان اس بات کا حریص ہو کہ اسے آخرت کی تجارت کا ایک بڑا حصہ حاصل ہو جس کے اندر فائدہ کئی گنا ہوتا ہے، بایں طور کہ اس سے جتنا ہو سکے رسول کریم ﷺ کی مسجد میں نمازیں ادا کرے تا کہ وہ اس اجر عظیم سے سرفراز ہو جس کا آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں وعدہ فرمایا ہے:

((صلاة في مسجدي هذا خير من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام)).

''میری اس مسجد کے اندر ایک نماز مسجد حرام کو چھوڑ کر اس کے ماسوا مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔''

(بخاری و مسلم).

چوتھا : مسلمان اس مبارک شہر میں خیر و بھلائی کے اندر بہترین قدوہ اور نمونہ ہو؛ اس لئے کہ وہ ایک ایسے شہر میں قیام پذیر ہے جہاں سے نور کی کرن پھوٹی اور جہاں سے مصلحین رہبروں کا قافلہ چہار دانگ عالم میں روانہ ہوا۔ تاکہ جو شخص اس شہر میں آئے وہ اس کے باشندوں میں بہترین قدوہ ونمونہ اور انہیں کریمانہ صفات اور عظیم اخلاق سے آراستہ و پیراستہ پائے، اور وہ جس خیر وبھلائی اور اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت پر محافظت

اور پابندی کا مشاہدہ کرے اس سے متاثر اور مستفید ہوکر اپنے ملک واپس لوٹے۔ نیز جس طرح اس شہر مدینہ میں آنے والا اس مبارک شہر میں بہترین قدوہ ونمونہ کا مشاہدہ کر کے خیر وصلاح سے مستفید ہوتا ہے، اسی طرح معاملہ بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے جب وہ اس شہر میں ایسے لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اس کے برخلاف ہوتے ہیں، لہٰذا بجائے اس کے کہ وہ استفادہ کرنے والا اور ثناخواں ہوتا وہ نقصان اٹھانے والا اور مذمت و برائی کرنے والا ہو جاتا ہے۔

پانچواں: اس شہر میں مسلمان اس بات کو پیش نظر رکھے کہ وہ ایک پاک سرزمین میں ہے جو مہبط وحی، ایمان کا ماویٰ ومرکز اور رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام مہاجرین وانصار کے چلنے پھرنے کی جگہ ہے، اس سرزمین پر وہ لوگ خیر و بھلائی، دین پر

استقامت اور حق وہدایت کی پابندی کے ساتھ چلے پھرے ہیں۔ لہٰذا وہ اس سرزمین پر کوئی ایسی حرکت کرنے سے احتراز کرے جو ان کی حرکت کے مخالف ہو، بایں طور کہ وہ کوئی ایسا قدم اٹھائے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو اور دنیا وآخرت میں اسے نقصان اور برے انجام سے دوچار ہونا پڑے۔

چھٹا : جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں بود وباش کی توفیق بخشی ہے اسے چاہئے کہ وہ اس کے اندر کسی بدعت کے ایجاد کرنے یا کسی بدعتی کی پشت پناہی کرنے سے پرہیز کرے تاکہ وہ لعنت وپھٹکار سے دوچار نہ ہو؛ اس لئے کہ رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((المدينة حرم، فمن أحدث فيها حدثا أو آوىٰ

مـحـدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين ،

لايُقبل منه يوم القيامة عدل ولا صرف)).

''مدینہ حرمت والا اور قابل احترام ہے، جس شخص نے اس کے اندر کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دیا تو اس پر اللہ تعالی کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اس کا کوئی فرض اور نفلی عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔''

اس حدیث کو امام مسلم نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور صحیحین میں یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ساتواں: وہ مدینہ کے اندر کوئی درخت نہ کاٹے یا کوئی شکار نہ کرے؛ اس لیے کہ اس کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

((إن إبـراهيـم حرم مكة وإني حرمت المدينة مابين لابتيها، لايقطع عضاهها، ولايصاد صيدها)).

’’ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو قابل احترام اور حرمت والا قرار دیا تھا،اور میں مدینہ کو اس کے دونوں کالے پتھروں والی زمینوں کے مابین حرمت والا اور قابل احترام قرار دے رہا ہوں، اس کے کانٹے دار درختوں کو نہ کاٹا جائے اور نہ اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے۔‘‘ (اس حدیث کو امام مسلم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے).

امام مسلم نے ہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إني أحرم ما بين لابتي المدينة أن يقطع عضاهها،

أو يقتل صيدها)).

''میں مدینہ کے دونوں کالے پتھروں والی زمینوں (یعنی دونوں حروں) کے درمیان اس کے درختوں کو کاٹنا اور اس کے شکار کو مارنا حرام قرار دیتا ہوں۔''

اور صحیحین میں عاصم بن سلیمان الاحول سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے انس سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کا حرم مقرر فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، فلاں جگہ سے لے کر فلاں جگہ تک اس کے درخت کو نہیں کاٹا جائے گا، جس نے اس کے اندر کوئی بدعت ایجاد کی، اس پر اللہ تعالی کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

صحیحین ہی میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے

تھے: اگر میں ہرنیوں کو مدینہ میں چرتے ہوئے دیکھوں تو انہیں نہیں بھڑکاؤں گا، (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اس کے دونوں حروں (کالے پتھروں والی زمینوں) کے درمیان کا حصہ قابل احترام اور حرمت والا ہے۔''

اس درخت سے مراد جس کا کاٹنا حرام ہے وہ درخت ہے جسے اللہ عزوجل نے اگایا ہے، البتہ جس کی زراعت اور شجرکاری خود لوگوں نے کی ہے اسے وہ کاٹ سکتے ہیں۔

آٹھواں: اس کے اندر جو تنگ عیشی، یا بلا ومصیبت، یا مشقت و پریشانی پیش آتی ہے مسلمان کو اس پر صبر کرنا چاہئے؛ اس لئے کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لا یصبر علی لأواء المدینة وشدتها أحد من أمتي،

إلا كنت له شفيعا يوم القيامة أو شهيدا)).

''میری امت کا جو بھی فرد مدینہ کی مشقت و پریشانی اور اس کی سختیوں پر صبر کرے گا، میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔'' (مسلم).

نیز صحیح مسلم ہی میں ہے کہ ابوسعید مو لی المہری' ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس حرۃ کی راتوں میں آئے اور ان سے مدینہ سے ترک وطن کرنے کے بارے میں مشورہ کیا، اس کی قیمتوں کی گرانی اور بال بچوں کی کثرت کا ان سے شکوہ کیا اور ان سے بتلایا کہ وہ مدینہ کی مشقت و پریشانی اور اس کی سختیوں پر صبر کرنے کی ہمت نہیں رکھتے ہیں، تو ابوسعید خدری نے انہیں جواب دیا: تیرا برا ہو، میں تجھے اس کا حکم نہیں دیتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لایصبر أحد علی لأوائها فیموت إلا کنت له شفیعا یوم القیامة، إذا کان مسلما)).

''جو بھی شخص مدینہ کی سختیوں اور پریشانیوں پر صبر کرتے ہوئے مرجاتا ہے تو میں قیامت کے دن اس کا سفارشی ہوں گا، اگر وہ مسلمان ہے۔''

نــــواں: اس کے باشندوں کو ایذا وتکلیف پہنچانے سے باز رہے، کیونکہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا ہر جگہ حرام ہے، لیکن مقدس شہر میں ایذا رسانی کرنا بہت سخت اور سنگین ہے، امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کے اندر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لا يكيد أهل المدينة أحد إلا انماع كما ينماع الملح في الماء)).

''جو بھی شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر وفریب کرے گا وہ اسی طرح گل پگھل کر ختم ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں گل جاتا ہے۔''

نیز امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من أراد أهل هذه البلدة بسوء - يعني المدينة - أذابه الله كما يذوب الملح في الماء))

''جو شخص اس شہر - یعنی مدینہ - کے باشندوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالی اسے پگھلا دے گا جس طرح

نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔''

دسواں: مدینہ کا باشندہ اس بات سے غروراور دھوکہ میں مبتلا نہ ہو کہ وہ مدینہ کا باشندہ ہے، اور یہ کہے کہ: میں مدینہ کا باسی ہوں، اس لئے میں خیر و بھلائی پر ہوں! کیونکہ محض مدینہ کا باشندہ ہونا اگر اس کے ساتھ عمل صالح اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر استقامت، نیز گناہوں اور نافرمانیوں سے دوری اور کنارہ کشی نہ ہو تو اسے کچھ بھی فائدہ نہیں دے گا، بلکہ اس کے لئے ضرر و نقصان کا باعث ہے۔

موطا امام مالک میں ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بیشک زمین کسی آدمی کو مقدس (پارسا) نہیں بناتی ہے، بلکہ انسان کو اس کا عمل مقدس و پارسا بناتا ہے۔''

اس کی سند کے اندر انقطاع ہے، لیکن اس کا معنی صحیح ہے اور یہ خبر حقیقتِ واقعہ کے عین مطابق ہے، خود اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾

"اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔" (سورۃ الحجرات:۱۳).

یہ بات معلوم ہے کہ مدینہ کے اندر مختلف زمانوں میں نیک لوگ بھی رہے ہیں اور بد لوگ بھی، چنانچہ نیک لوگوں کو ان کے اعمال فائدہ پہنچائیں گے، اور برے لوگوں کو مدینہ پارسا اور مقدس نہیں بنادے گا اور نہ ہی ان کے شان ومرتبہ کو بلند کرے گا، یہ بالکل حسب ونسب کی طرح ہے، انسان کا بنا عمل صالح کے محض حسب ونسب والا ہونا اللہ کے نزدیک اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا؛ اس

لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه)).

''جس کو اس کے عمل نے پیچھے کردیا اسے اس کا حسب ونسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔'' (صحیح مسلم).

لہٰذا جس شخص کو اس کے عمل نے جنت میں داخل ہونے سے پیچھے چھوڑ دیا تو محض اس کا حسب ونسب اسے جنت میں نہیں پہنچا سکتا۔

گیارھواں: مسلمان اس شہر مدینہ میں رہتے ہوئے اپنے اندر یہ شعور واحساس پیدا کرے کہ وہ ایک ایسے شہر میں ہے جہاں سے نور کی کرن پھوٹی اور وہاں سے نفع بخش علم چہار دانگ عالم میں منتشر ہوا، لہٰذا وہ شرعی علم حاصل کرنے کا حریص ہو جس کے

ذریعہ وہ بصیرت وآگہی کے ساتھ اللہ کے دین پر گامزن ہوسکے اور دوسروں کو بھی بصیرت کے ساتھ اس کی دعوت دے، خاص طور سے جب یہ طلب علم رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے اندر انجام پائے؛ اس لئے کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((من دخل مسجدنا هذا يتعلم خيرا أو يعلمه كان كـالمجاهد في سبيل الله، ومن دخله لغير ذلك كان كالناظر إلى ما ليس له)).

''جوشخص ہماری اس مسجد میں داخل ہوا تاکہ خیر وبھلائی کی تعلیم حاصل کرے یا دوسروں کو اس کی تعلیم دے تو وہ اللہ کے راستے میں مجاہد کی طرح ہے، اور جوشخص اس کے

علاوہ کسی اور مقصد کے لئے داخل ہوا تو وہ ایسی چیز کی طرف دیکھنے والا ہے جو اس کے لئے نہیں ہے۔''

اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے، اور طبرانی میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی ایک شاہد بھی ہے۔

[زیارت مدینہ کے آداب]

جس طرح مدینہ میں سکونت اختیار کرنے کے آداب ہیں اسی طرح اس کی زیارت کے بھی آداب ہیں، اور مدینہ کی زیارت کرنے والے پر مدینہ میں بود و باش اختیار کرنے کے ان منجملہ آداب کی رعایت کرنا واجب ہے جو گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں، نیز اس بات سے روشناس ہونا مناسب ہے کہ مدینہ آنے والے شخص کے حق میں مشروع یہ ہے کہ وہ اپنے سفر سے رسول کریم ﷺ کی مسجد کی زیارت اور اس کی طرف رخت سفر باندھنے کا قصد کرے؛ اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((لاتشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد : المسجد

الحرام، و مسجدي هذا،والمسجد الأقصى)).

''تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کا (اس سے برکت حاصل کرنے اور اس میں نماز پڑھنے کے لیے) رخت سفر نہیں باندھا جا سکتا: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔'' (بخاری و مسلم).

یہ حدیث کسی بھی جگہ کا -خواہ مسجد ہو یا کوئی اور جگہ- اس جگہ میں جس کی طرف وہ سفر کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے رخت سفر باندھنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے؛ اس لئے کہ ''سنن نسائی'' میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بَصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا: تم کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا: طور سے۔

انہوں نے کہا: اگر تم سے میری ملاقات تمہارے وہاں جانے سے پہلے ہو جاتی تو تم وہاں نہ جاتے، میں نے کہا: وہ کیوں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لاتعمل المطي إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجدي، ومسجد بيت المقدس)).

''تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور کے لئے سفر نہ کیا جائے: مسجد حرام، میری مسجد اور بیت المقدس کی مسجد۔''

یہ حدیث صحیح ہے،اوراس کے اندر بصرۃ بن ابی بصرۃ غفاری رضی اللہ عنہ کا ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد یا کسی دوسرے مقام کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھنے کی ممانعت پر استدلال موجود ہے۔

[مدینہ میں قابل زیارت اماکن]

جو شخص اس مبارک شہر میں پہنچے اس کے لئے دو مسجدوں اور تین قبرستانوں کی زیارت مشروع ہے۔

وہ دونوں مسجدیں یہ ہیں:

- رسول کی مسجد۔
- مسجد قباء۔

ان دونوں مسجدوں میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں بعض دلیلیں گذر چکی ہیں۔

وہ تین قبرستان جن کی زیارت کرنا مشروع ہے، یہ ہیں:

❁ رسول ﷺ کی قبر مبارک اور آپ کے دونوں ساتھیوں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں۔

❁ بقیع کا قبرستان۔

❁ شہدائے احد کا قبرستان۔

جب زیارت کرنے والا رسول ﷺ کی قبر اور آپ کے دونوں ساتھیوں رضی اللہ عنہما کی قبروں کے پاس آئے تو سامنے کی سمت سے آئے اور قبر کی طرف منہ کرے اور شرعی طریقہ کے مطابق زیارت کرے، بدعی زیارت سے احتراز کرے، شرعی زیارت یہ ہے کہ وہ ادب کے ساتھ پست آواز میں نبی ﷺ پر سلام پڑھے اور آپ کے لئے دعا کرے، وہ کہے:

السلام عليك يا رسول الله ورحمة الله وبركاته،

صلى الله وسلم وبارك عليك، وجزاك أفضل ما جزى نبيا عن أمته.

اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، اللہ تعالی آپ پر صلاۃ وسلام اور برکت نازل فرمائے، اور آپ کو اس سے افضل جزا عطا فرمائے جو اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دیا ہے۔

پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجے اور آپ کے لئے دعا کرے، پھر عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے اور آپ کے لئے دعا کرے۔

اس بات سے واقفیت حاصل کرنا مناسب ہے کہ ان دونوں مرد عظیم اور خلیفۂ راشد کو اللہ کی طرف سے وہ عزت واکرام حاصل ہے جو ان کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ

نے اپنے رسول ﷺ کو حق اور ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ مردوں میں سے سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو آپ پر ایمان لائے اور بعثت کے بعد تیرہ سال ہمیشہ آپ کی صحبت میں رہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے رفیق سفر تھے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اور وہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿إلا تنصروه فقد نصره الله إذ أخرجه الذين كفروا ثاني اثنين إذ هما في الغار إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا فأنزل الله سكينته عليه وأيده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين

کفروا السفلی و کلمة الله هي العليا والله عزيز حکیم﴾

''اگر تم ان (نبی ﷺ) کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جبکہ انھیں کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس جناب باری نے اپنی طرف سے ان پر تسکین نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کردی اور بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے، اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔'' (سورۃ التوبۃ: ۴۰).

اور مدینہ میں دس سال آپ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑے رہے، اور تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ حاضر رہے، جب رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی تو آپ کے بعد خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور کار خلافت کو بہترین طریقے پر انجام دیا، اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو وفات دی تو آپ کو رسول اللہ ﷺ کے بغل میں دفن ہونے کے شرف سے نوازا، اور جب آپ رضی اللہ عنہ مرنے کے بعد اٹھائے جائیں گے تو جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور اللہ تعالی اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

البتہ جہاں تک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو آپ سے پہلے تقریباً چالیس لوگ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، اور مسلمانوں

کے خلاف آپ کا رویہ سخت گیر تھا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کی طرف ہدایت کی نعمت سے سرفراز کیا تو آپ کی قوت وطاقت اور شدت وسخت گیری کافروں کے خلاف مرکوز ہوگئی اور آپ کا حلقہ بگوش اسلام ہونا مسلمانوں کے لئے باعث عزت وسربلندی ثابت ہوا، جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

جب سے عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہم مسلسل عزت سے بہرہ ور ہیں۔

اس قول کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو لازم پکڑے رہے، آپ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کیا، اور تمام مشاہد (غزوات) میں آپ کے ساتھ شریک رہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو ان کا دایاں ہاتھ

تھے، پھر ابو بکر کے بعد خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور دس سال سے زیادہ عرصہ تک خلیفہ رہے، جس کے دوران بہت سی فتوحات ہوئیں، اسلامی مملکت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا اور اس زمانہ کی دو عظیم سلطنتوں یعنی روم و فارس کی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا، اور قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ کے راستے (جہاد) میں خرچ کئے گئے جیسا کہ صادق ومصدوق ﷺ نے اس کی خبر دی تھی، یہ سارا کارنامہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر سرانجام پایا، اور جب آپ کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے بغل میں دفن ہونے کا شرف بخشا، اور جب آپ دوبارہ اٹھائے جائیں گے تو آپ ﷺ کے ساتھ جنت میں ہوں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا اپنے فضل سے

نوازتا ہے۔

کیا ان دونوں عظیم شخصیتوں سے جن کی یہ عظمت شان ہے اور جن کا یہ فضل ومرتبہ ہے کوئی حاقد اور کینہ پرور، کینہ وکپٹ رکھے گا، یا کوئی مذمت گر ان کی مذمت و برائی کرے گا؟ نعوذ باللہ من الخذلان۔

﴿ ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذین سبقونا بالإیمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا إنك رءوف رحیم﴾

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان

داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال، اے ہمارے رب! بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔''

﴿ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة إنك أنت الوهاب﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔''

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے اندر اللہ تعالی کے فرمان:

﴿إن تجتنبوا كبائر ماتنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم وندخلكم مدخلا كريما﴾

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے اور عزت و بزرگی کی جگہ داخل کریں گے۔'' (سورۃ النساء:۳۱).

کی تفسیر میں ابن ابی حاتم سے مغیرۃ بن مقسم تک ان کی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ بات کہی جاتی تھی کہ: **ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔**

پھر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں کہتا ہوں: علماء کا ایک گروہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ صحابۂ کرام کو سب وشتم کرنے والا کافر ہے، مالک بن انس رحمہ اللہ کی ایک روایت یہی ہے، اور محمد بن سیرین کا قول ہے: میں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا کوئی شخص ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بغض وعناد رکھے گا۔ (ترمذی).

[بدعی زیارت اور اس پر مشتمل امور]

❁ **بدعی زیارت وہ ہے جو درج ذیل چند امور پر مشتمل ہو:**

اول: رسول اللہ ﷺ کو پکارنا، آپ سے فریاد طلب کرنا اور آپ سے ضرورتوں کی تکمیل اور مشکلات اور پریشانیوں کو دور کرنے کا مطالبہ کرنا، یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز مانگنا جسے صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاسکتا ہے، کیونکہ دعا (پکارنا) عبادت ہے، اور عبادت صرف تنہا اللہ کی ہی کی جاتی ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: ((الدعاء هو العبادة)) دعا ہی عبادت ہے۔ یہ ایک صحیح حدیث ہے جس کی تخریج ابوداود اور ترمذی وغیرہ نے کی ہے، اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں سے کسی بھی چیز کو غیر اللہ کے لئے کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی سے امید وابستہ رکھی جائے گی اور اسی کو پکارا جائے گا، اور رسول ﷺ سے دعا نہیں مانگی جائے گی بلکہ آپ کے حق میں دعا کی جائے گی، اسی طرح دیگر قبر والوں کے حق میں دعا کی جائے گی ان سے دعا نہیں مانگی جائے گی۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ رسول ﷺ اپنی قبر کے اندر باحیات ہیں اور یہ حیات برزخی ہے جو شہداء کے حیات سے زیادہ کامل ہے، اور اس حیات کی کیفیت اور حقیقت اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور یہ حیات موت سے پہلے کی زندگی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اٹھائے جانے کے بعد کی زندگی سے مختلف ہے، لہٰذا

آپ ﷺ سے دعا مانگنا اور آپ سے فریاد طلب کرنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی جائز ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے۔

دوم: اپنے دونوں ہاتھوں کو نماز کی کیفیت کی طرح اپنے سینے پر رکھنا۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی و انکساری اختیار کرنے کی ہیئت اور کیفیت ہے جو نماز کے اندر مشروع قرار دی گئی ہے جس میں مسلمان کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے مناجات اور سرگوشی کرتا ہے، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کی زندگی میں جب آپ کے پاس پہنچتے تو آپ سے سلام کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے سینے پر نہیں رکھتے تھے، اگر یہ کوئی نیکی کا کام

ہوتا تو وہ اس کی طرف سبقت کر چکے ہوتے۔

ســــــوم: آپ ﷺ کی قبر کے ارد گرد کی دیواروں اور کھڑکیوں پر ہاتھ پھیرنا، اسی طرح مسجد کی کسی جگہ یا اس کے علاوہ کہیں اور (ہاتھ پھیرنا)۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ حدیث میں وارد نہیں ہے اور نہ ہی یہ سلف صالحین کے عمل سے ثابت ہے، بلکہ یہ شرک کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

ہوسکتا ہے ایسا کرنے والا یہ کہے کہ: میں ایسا نبی ﷺ کی محبت میں کرتا ہوں!! ہم ایسے شخص سے کہیں گے: ہر مسلمان کے دل میں نبی ﷺ کی محبت اس کے اپنے والدین، بال بچوں اور تمام لوگوں کی محبت سے بڑھ کر ہونا واجب اور ضروری ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لايؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين)).

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کے بال بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔'' (بخاری ومسلم).

بلکہ واجب ہے کہ یہ محبت آدمی کے اپنی جان کی محبت سے بھی بڑھ کر ہو جیسا کہ صحیح بخاری میں عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثابت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جان، والدین اور بال بچوں کی محبت سے بڑھ کر ہونا اس لئے واجب ہے کیونکہ وہ نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں پر مسلمانوں کو سرفراز کیا ہے- اور وہ

ہے اسلام کی نعمت، صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی نعمت، تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکلنے کی نعمت - وہ سب سے عظیم اور سب سے گرانقدر نعمت ہے، جس کے مساوی اور جس کے مانند کوئی اور نعمت نہیں ہے۔

لیکن اس محبت کی نشانی دیواروں اور کھڑکیوں پر ہاتھ پھیرنا نہیں ہے، بلکہ اس کی نشانی رسول ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنت پر عمل پیرا ہونا ہے، کیونکہ دین اسلام دو عظیم امور پر مشتمل ہے:

اول: عبادت صرف اللہ تعالی کی ہی کی جائے۔

دوم: اللہ کی عبادت صرف رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق کی جائے، اور یہی **لا إلہ إلا اللہ** (اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں) کی شہادت اور محمد رسول اللہ (محمد ﷺ اللہ

کے رسول ہیں) کی شہادت کا تقاضا بھی ہے۔

قرآن کریم کے اندر ایک آیت ہے جسے بعض علماء ''آیت امتحان'' سے موسوم کرتے ہیں، اور وہ اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿ قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفرلكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔'' (آل عمران:۳۱).

حسن بصری اور ان کے علاوہ دیگر سلف کا قول ہے: کچھ لوگوں کا گمان تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس

آیت کے ذریعہ ان کی ابتلا و آزمائش کی۔

اور ابتلا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور جانچا پرکھا ہے تاکہ سچے اور جھوٹے کے درمیان تمیز ہو جائے، کیونکہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے، اور وہ دلیل رسول ﷺ کی اتباع ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کے خلاف حاکم اور فیصل ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے لیکن وہ طریقۂ محمدی کا پیروکار نہ ہو، ایسا شخص درحقیقت جھوٹا ہے یہاں تک کہ وہ شریعت محمدی اور دین نبوی کا اپنے تمام اقوال اور افعال میں اتباع کرے، جیسا کہ صحیح بخاری

میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد))

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے امر (شریعت) کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔''

اسی لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله﴾

''اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔'' (سورة آل عمران: ۳۱).

یعنی تم جو اللہ تعالیٰ سے محبت کے طلب گار ہو تمہیں اس سے بڑھ کر چیز حاصل ہوگی اور وہ یہ کہ خود اللہ تم سے محبت کرے گا، اور یہ

پہلے سے عظیم تر ہے، جیسا کہ بعض دانشور علماء کا قول ہے: **عزت وشان کی بات یہ نہیں ہے کہ تم کسی سے محبت کرو، عزت وشان اس میں ہے کہ تم سے محبت کی جائے۔** پھر علامہ ابن کثیر نے حسن بصری اوران کے علاوہ دیگر سلف رحمہم اللہ کا سابقہ قول ذکر کیا ہے۔

امام نووی "المجموع شرح المھذب" کے اندر نبی ﷺ کی قبر کی دیواروں کو چومنے اوراس پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"بہت سے عوام کی مخالفت اوران کے اس فعل سے دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہئے، کیونکہ اقتدا اور عمل کی بنیاد احادیث اور علما کے اقوال ہیں، عوام اوران کے علاوہ دیگر لوگوں کی خودساختہ باتوں اور جہالتوں کی طرف نظر التفات نہیں کیا جائے گا"۔

صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد))

''جس نے ہمارے اس امر (شریعت) میں کوئی ایسی نئ چیز ایجاد کی جس کا تعلق اس سے نہیں ہے تو وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔''

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے:

((من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد))

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے امر (شریعت) کے موافق نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے۔''

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا تـجعلوا قبري عيدا، وصلوا علي، فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم))

''میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور میرے اوپر درود بھیجتے رہو، کیونکہ تم کہیں بھی رہو مجھ تک تمہارا درود پہنچتا رہتا ہے۔''

(اس حدیث کو ابوداود نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے).

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

ہدایت کے راستوں کی پیروی کر، تجھے اس پر چلنے والوں کی قلت نقصان نہیں پہنچائے گی، اور گمراہی کے راستوں سے اجتناب کر اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھا۔

جس کے دل میں یہ بات آئے کہ ہاتھ پھیرنا وغیرہ برکت کا زیادہ باعث ہے تو یہ اس کی نادانی اور غفلت کا آئینہ دار ہے؛ اس لئے کہ برکت تو صرف اس چیز کے اندر ہے جو شریعت کے موافق ہو، صحیح اور درست چیز کی مخالفت کے اندر فضیلت کو تلاش کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟! امام نووی رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا۔

چوتھا: **زیارت کرنے والے کا آپ ﷺ کی قبر کا طواف کرنا۔** ایسا کرنا حرام وناجائز ہے؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف کعبۂ مشرفہ کے گرد کا طواف کرنا مشروع کیا ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وليطوفوا بالبيت العتيق﴾

''اور لوگ اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔'' (سورۃ الحج:۲۹).

لہٰذا کعبہ مشرفہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا طواف نہیں کیا جائے گا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ: ہر جگہ اللہ تعالی کے لئے کتنے ہی نماز پڑھنے والے ہیں، اسی طرح کہا جاتا ہے: کتنے ہی اللہ کے لئے صدقہ کرنے والے ہیں، کتنے ہی اللہ کے لئے روزہ رکھنے والے ہیں اور کتنے ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں، لیکن یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ: ہر جگہ کتنے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے طواف کرنے والے ہیں؛ اس لئے کہ طواف صرف بیت عتیق کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صرف **بیت معمور** کا طواف مشروع ہے، لہٰذا نہ بیت المقدس کے چٹان (قبۃ الصخرۃ) کا طواف جائز ہے، نہ

نبی -ﷺ- کے حجرہ کا، نہ جبل عرفات کے قبہ کا اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور جگہ کا۔

پانچواں: آپ ﷺ کی قبر کے پاس آواز بلند کرنا۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی وقت (نبی ﷺ کے ساتھ) ادب واحترام کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی ہے جب آپ ﷺ ان کے درمیان موجود تھے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿يا أيها الذين آمنوا لاترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي ولاتجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض أن تحبط أعمالكم وأنتم لا تشعرون ۝ إن الذين يغضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة وأجر عظيم﴾

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو
اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک
دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال
اکارت ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ
رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے
ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری
کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور بڑا ثواب
ہے۔'' (سورۃ الحجرات:۲-۳).

اور آپ ﷺ جس طرح اپنی زندگی میں قابل احترام ہیں اسی طرح اپنی وفات کے بعد بھی قابل احترام ہیں۔

چھٹا: دور ہی سے قبر کی طرف رخ کر کے خواہ مسجد کے اندر

ہو یا اس کے باہر آپ ﷺ پر سلام بھیجنا۔ ہمارے استاذ شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ اپنی کتاب ''حج وعمرہ کے مناسک'' میں رقم طراز ہیں:

ایسا شخص اپنے اس عمل کے ذریعہ محبت اور صدق وصفا کے بجائے جفا اور گستاخی کے زیادہ قریب ہے۔

یہ بات قابل تنبیہ ہے کہ مدینہ آنے والے بعض لوگوں کو ان کے بعض اہل یا دوسرے لوگ یہ وصیت کرتے ہیں کہ وہ رسول کریم ﷺ کو ان کا سلام پہنچا دیں گے۔ چونکہ حدیث کے اندر اس چیز کی کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی ہے اس لئے جس شخص سے یہ مطالبہ کیا جائے، اسے چاہیے کہ ایسے شخص سے کہے کہ: **تم زیادہ سے زیادہ آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجو، فرشتے اسے رسول ﷺ**

تک پہنچاتے ہیں۔اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالی کے ایسے فرشتے ہیں جو زمین میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔''

یہ ایک صحیح حدیث ہے جسے نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اوراس لئے بھی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((لا تجعلوا بيوتكم قبورا، ولا تتخذوا قبري عيدا، وصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم))

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ،اورمیری قبر کوعید نہ بناؤ،اورمیرے اوپر درود بھیجتے رہو، کیونکہ تم کہیں بھی رہو مجھ تک تمہارا درود پہنچتا رہتا ہے۔''

یہ ایک صحیح حدیث ہے جسے ابوداود وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

یہاں پر یہ جان لینا مناسب ہے کہ حج وعمرہ کے درمیان اور زیارت مدینہ کے درمیان کوئی تلازم نہیں ہے، لہٰذا جو شخص حج یا عمرہ کرنے کے لئے آیا ہے اس کے لئے ممکن ہے کہ وہ مدینہ آئے بغیر اپنے ملک واپس لوٹ جائے، اور جو شخص اپنے ملک سے مدینہ کی زیارت کے لئے آیا ہے اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بغیر حج یا عمرہ کئے ہوئے واپس لوٹ جائے، اور اس کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ حج وعمرہ اور زیارت مدینہ کو ایک ہی سفر میں جمع کرے۔

البتہ جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جو آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے سلسلے میں بیان کی جاتی ہیں، مثلاً یہ حدیث:

((من حج ولم يزرني فقد جفاني))

''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ جفا کیا۔''

اور یہ حدیث:

((من زارني بعد مماتي فكأنما زارني في حياتي))

''جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔''

اور یہ حدیث:

((من زارني وزار أبي إبراهيم في عام واحد ضمنت له على الله الجنة)).

''جس نے ایک ہی سال میں میری زیارت اور میرے

باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی تو میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ پر جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔‘‘

اور یہ حدیث:

((من زار قبري وجبت له شفاعتي))

’’جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔‘‘

تو یہ احادیث اور ان کے مشابہ دیگر حدیثیں حجت اور دلیل نہیں بن سکتیں؛ اس لئے کہ یہ حدیثیں موضوع (من گڑھت) ہیں یا بہت زیادہ ضعیف ہیں جیسا کہ حفاظ حدیث مثلاً دارقطنی، عقیلی، بیہقی، ابن تیمیہ اور ابن حجر - رحمہم اللہ - نے اس پر تنبیہ کی ہے۔

البتہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے:

﴿ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما﴾

''اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آ جاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے، تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔'' (سورۃ النساء:٦٤)

تو معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ نفس پر ظلم کرنے کے وقت آپ ﷺ کی قبر کا قصد کرنا چاہیے اور نبی ﷺ سے استغفار طلب کرنا چاہیے؛ اس لئے کہ آیت کا سیاق وسباق منافقین کے بارے میں ہے، اور آپ ﷺ کے پاس آنا یہ صرف آپ کی زندگی میں ہے؛ اس لئے کہ صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم وارضاہم استغفار کرتے ہوئے استغفار کے طلب گار بن کر آپ ﷺ کی قبر کے پاس نہیں آتے تھے، اسی بنا پر عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے خشک سالی پڑنے کے وقت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا وسیلہ پکڑا اور کہا:

((اللهم إنا كنا إذا أجدبنا توسلنا إليك بنبينا فتسقينا، وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا))

''اے اللہ! جب ہم قحط سالی کے شکار ہوتے تھے تو تیری طرف اپنے نبی ﷺ کی دعا کا وسیلہ پکڑتے تھے اور تو ہمیں بارش سے سیراب کرتا تھا، آج ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کے چچا کی دعا کا وسیلہ پکڑتے ہیں، لہٰذا تو ہمیں بارش سے سیراب کر۔'' راوی کا کہنا ہے کہ: وہ سیراب

کیے جاتے تھے۔'' (صحیح بخاری).

اگر آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ پکڑنا جائز ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ آپ سے اعراض کر کے عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ نہ پکڑتے۔

اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح کے اندر ''کتاب المرضی'' میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہائے سر! تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ اگر میری زندگی میں ہوتا (یعنی اگر تو میری زندگی میں مرجاتی) تو میں تیرے لئے دعا واستغفار کرتا۔''

تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے مصیبت! اللہ کی قسم میرا گمان ہے کہ آپ میری موت چاہتے ہیں...الحدیث.

اگر آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے دعا اور استغفار

ممکن ہوتا تو کوئی فرق نہیں تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات آپ سے پہلے ہوتی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان سے پہلے ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنے پر وہی حدیثیں دلالت کرتی ہیں جو عام قبروں کی زیارت پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

((زوروا القبور، فإنها تذكركم الآخرة)).

''قبروں کی زیارت کرو؛ کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائے گی۔'' (صحیح مسلم).

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس زیادہ دیر تک ٹھہرنا مناسب نہیں ہے اور نہ ہی بکثرت زیارت کرنا؛ کیونکہ یہ آدمی کو غلو میں مبتلا کر دیتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی امت

کے درمیان یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ فرشتے ہر جگہ سے آپ تک سلام پہنچاتے ہیں؛ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((إن لله ملائكة سياحين يبلغوني عن أمتي السلام)).

''اللہ تعالی کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو زمین میں چکر لگاتے رہتے ہیں، وہ مجھے میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔''

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا تجعلوا بيوتكم قبورا ، ولا تتخذوا قبري عيدا، وصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم)).

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور نہ میری قبر کو عید بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو؛ کیونکہ تم کہیں بھی رہو تمہارا درود

(فرشتوں کے واسطے سے) مجھ تک پہنچتا رہتا ہے۔''

چنانچہ جب نبی ﷺ نے اپنی قبر کو عید بنانے سے منع فرما دیا تو اپنے اس فرمان کے ذریعہ: **''اور مجھ پر درود بھیجتے رہو؛ کیونکہ تم کہیں بھی رہو تمہارا درود (فرشتوں کے واسطے سے) مجھ تک پہنچتا رہتا ہے''** اس چیز کی طرف رہنمائی کر دی جو اس کے قائم مقام ہے۔

البتہ بقیع کی قبروں کی زیارت اور شہداے احد کے قبروں کی زیارت اگر مشروع طریقے پر ہو تو وہ مستحب ہے اور اگر بدعت کے طریقہ پر ہو تو وہ زیارت حرام ہے۔

شرعی زیارت وہ ہے جو ایسے طریقہ پر انجام دی جائے جو رسول کریم ﷺ سے وارد ہے اور وہ زیارت کرنے والے شخص کے

انتفاع (فائدہ اٹھانے) اور جس کی زیارت کی جاتی ہے اس کے انتفاع (فائدہ) پر مشتمل ہو۔

زیارت کرنے والا باحیات شخص قبر کی زیارت سے تین فائدے حاصل کرتا ہے:

پہلا فائدہ: موت کو یاد کرنا؛ جس کے نتیجہ میں وہ نیک اعمال کے ذریعہ اس کے لئے تیاری کرتا ہے؛ اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((زوروا القبور، فإنها تذكركم الآخرة)).

"قبروں کی زیارت کرو؛ کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائے گی۔" (صحیح مسلم)

دوسرا فائدہ: فعل زیارت، اور یہ سنت ہے جسے رسول

کریم ﷺ نے مسنون قرار دیا ہے، جس پر اسے اجر ملتا ہے۔

تیسرا فائدہ : وفات شدہ مسلمانوں پر ان کے لئے دعا کر کے احسان کرنا، اور اس احسان پر اسے اجر ملتا ہے۔

البتہ وہ میت جس کی زیارت کی جارہی ہے وہ شرعی زیارت سے اپنے لئے دعا اور احسان کا فائدہ اٹھاتا ہے؛ اس لئے کہ مردے زندہ لوگوں کی دعا سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

قبروں کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ قبر والوں کے لئے وہ دعا کرے جو رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں ثابت ہے، اسی میں سے بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ انہیں قبرستان کی طرف نکلتے وقت دعا سکھاتے تھے، چنانچہ ان کا کہنے والا کہتا تھا:

((السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، وإنآ إن شآء الله بكم للاحقون، أسأل الله لنا ولكم العافية))

''اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھرانے والے! تم پر سلامتی ہو،ان شاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔'' (مسلم)

قبروں کی زیارت مردوں کے حق میں مستحب ہے، البتہ عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے، کچھ لوگوں نے اسے جائز قرار دیا ہے اور کچھ لوگوں نے اس سے روکا ہے، دونوں قولوں میں سب سے ظاہر قول ممانعت کا ہے؛ اس لئے

کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ))

''قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔''

اس حدیث کی تخریج ترمذی وغیرہ نے کی ہے، اور ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

((زوارات)) کے لفظ میں سب سے ظاہر بات یہ ہے کہ وہ نسبت کے لئے ہے، یعنی ان کی طرف زیارت کی نسبت کی گئی ہے، یا اس کا معنی ہے: زیارت کرنے والیاں، اس کا نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَمَارَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾

''تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (فصلت:۴۶).

یعنی ظلم والا نہیں ہے، یا اس کی طرف ظلم کی نسبت نہیں ہے، اس طرح ''زوارات'' کا لفظ زیارت کے اندر مبالغہ کے لئے نہیں ہے، جیسا کہ عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت جائز قرار دینے والے کچھ لوگوں نے ذکر کیا ہے۔

اوراس لئے بھی کہ عورتیں کمزور دل ہوتی ہیں اور رونے دھونے اور نوحہ خوانی کرنے سے بہت کم صبر کر پاتی ہیں۔

نیز منع کا قول ہی از روئے احتیاط بہتر ہے؛ اس لئے کہ عورت اگر زیارت ترک کردے تو اس سے ایک مستحب چیز کے علاوہ کوئی اور چیز فوت نہیں ہوگی، اور اگر وہ زیارت کرتی ہے تو وہ لعنت کی سزاوار ہوگی۔

بدعی زیارت وہ ہے جو غیر شرعی طریقہ پر کیا جائے، مثلاً قبر

والوں سے دعا مانگنے، ان سے فریاد طلب کرنے اور ان سے ضرورتوں کو پورا کرنے کا سوال کرنے وغیرہ کے لئے قبروں کا قصد کیا جائے، ایسی زیارت سے میت کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے اور خود زندہ شخص کو اس سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے، زندہ شخص نقصان اٹھاتا ہے؛ کیونکہ اس نے ایسا کام کیا ہے جو جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، اور میت کو بھی فائدہ نہیں پہنچتا ہے؛ کیونکہ اس کے لئے دعا نہیں کی گئی ہے، بلکہ اللہ کو چھوڑ کر خود اسی سے دعا مانگی گئی ہے۔

ہمارے استاذ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اپنی کتاب ''حج وعمرہ کے مناسک'' میں فرماتے ہیں:

'' البتہ ان کی قبروں کے پاس دعا کرنے، یا اس کے پاس

ٹھہرنے کے مقصد سے، یا ان سے قضائے حاجت، یا بیماروں کی شفایابی کا سوال کرنے، یا ان کے واسطے یا ان کے جاہ ومنصب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے وغیرہ کے قصد سے ان کی زیارت کرنا بدعت اور منکر ہے، جسے نہ اللہ نے مشروع قرار دیا ہے اور نہ اس کے رسول نے، اور نہ ہی اسے سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے کیا ہے، بلکہ یہ اس لغو اور بیہودہ باتوں میں سے ہے جس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((زوروا القبور ولا تقولوا هجرا))

''قبروں کی زیارت کرو اور بیہودہ بات نہ کہو۔''

مذکورہ بالا امور بدعت ہونے میں ایک ہیں، لیکن ان کے مراتب مختلف ہیں، چنانچہ ان میں سے **بعض بدعت ہیں شرک نہیں**

ہیں، مثلاً قبروں کے پاس اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا مانگنا، اور میت کے حق اور جاہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا... وغیرہ، اور **بعض امور شرک اکبر میں سے ہیں** مثلاً: مُردوں کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا... وغیرہ۔

یہ وہ باتیں ہیں جن کا بیان کرنا میرا مقصد تھا، اللہ عزوجل سے میں دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں، اس شہر مدینہ کے باشندگان، اس کے زائرین اور تمام مسلمانوں کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائے جس کا انجام دنیا وآخرت میں بہتر ہو، اور ہمیں اس پاک شہر میں بہترین اقامت اور حسنِ ادب سے نوازے، اور ہمارا حسن خاتمہ فرمائے۔ (آمین)

وصلى الله وسلم وبارك على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

(مترجم: عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ)*

*atazia75@hotmail.com

فہرست مضامین